

کشمیر میں ظلم اور عالمی ضمیر

کورونا کی تباہ کاریاں دُنیا بھر میں موت کے سائے پھیلا رہی ہیں، لیکن بھارت کی نسل پرست فسطائی حکومت، جموں و کشمیر میں خون کی بارش اور ظلم و زیادتی کی جملہ کارروائیوں میں، پہلے سے بڑھ کر مصروف ہے۔ یہاں پر چار مختصر مضامین میں حالات کی تصویر پیش کی جا رہی ہے۔ ادارہ

□ رمضان میں شہادتیں

سلیم منصور خالد

یہ رمضان المبارک بھی مقبوضہ جموں و کشمیر میں بھارتی افواج کے ہاتھوں مظلوم عوام کے لیے تشدد، بے حرمتی، ظلم، گھروں کی آتش زدگی اور گولیوں کی بوچھاڑ میں ۲۵ شہادتوں اور ۲۴۹ زخمیوں کا ڈکھ دے کر گیا ہے۔ تاہم، یہاں پر دو مثالیں پیش ہیں:

۶ مئی ۲۰۲۰ء (۱۲ رمضان) کو حزب المجاہدین کے چیف آپریشنل کمانڈر ریاض نانیکو اپنے ایک ساتھی عادل کے ساتھ، اپنے ہی گاؤں میں بڑے خون ریز معرکے میں شہید کر دیے گئے۔ موضع بیگ پورہ اونتی پورہ، ضلع پلوامہ (مقبوضہ جموں و کشمیر) میں پیدا ہونے والے ریاض شہید کی زندگی اپنے اندر عمل اور عزیمت کے پہاڑ سمیٹے ہوئے ہے۔ انھوں نے ڈگری کالج پلوامہ سے بی ایس سی کی تعلیم مکمل کر کے، ایک نجی اسکول میں بطور استاد پڑھانا شروع کیا۔ ان کا ارادہ ریاضی میں ایم ایس سی اور پھر پی ایچ ڈی کا تھا کہ بھارتی سیکورٹی ایجنسیوں کے ہاتھوں ۲۰۱۰ء میں گرفتار کر کے جیلوں میں تشدد کا نشانہ بنائے گئے۔ اور پھر رہائی کے ۲۰ روز بعد ۲۰۱۲ء میں حزب کا حصہ بن کر جدوجہد کے لیے اسکول اور گھر چھوڑ کر گھنے جنگلوں میں نکل گئے۔

وہ بڑھان مظفر وانی کے قریبی ساتھی تھے۔ بڑھان وانی کی شہادت کے چند ہی روز بعد

۱۳ اگست ۲۰۱۶ء کو جب حزب کے چیف آپریشنل کمانڈر منصور الاسلام شہید ہو گئے تو یہ ذمہ داری ریاض نائیکو کے سپرد کی گئی، جنہوں نے خاص طور پر جنوبی وادی کشمیر میں جاں بازوں کو منظم کرنے اور ان کی مزاحمتی صلاحیت کو مؤثر بنانے میں بڑا اہم کردار ادا کیا۔

ریاض شہید کے والد صاحب نے ایک بار بی بی سی کے نمائندے کو انٹرویو دیتے ہوئے کہا تھا کہ ”میرے بیٹے نے جس راستے کا انتخاب کیا ہے، وہ درست راستہ ہے، مجھے اپنے بیٹے پر فخر ہے۔ ہم ہر وقت اس کی شہادت کی خبر سننے کے لیے ذہنی طور پر تیار ہیں۔“

ریاض ایک سنجیدہ معلم اور متوازن طبیعت کے حامل نوجوان تھے۔ وہ نمایاں ہونے کے بجائے پیچھے رہ کر اور خاموشی سے مصروف کار رہنے پر کاربند تھے۔ تاہم، دو سال قبل ’الجزیرہ‘ کے نمائندے نے بڑی کوشش کر کے ان سے رابطہ کیا، تو انہوں نے اس سے گفتگو میں یہ الفاظ کہے تھے: ”غاصبوں کے خلاف آزادی کی تحریکوں میں نشیب و فراز آتے رہتے ہیں، لیکن پورے خلوص کے ساتھ اگر ننگا ہیں منزل پر لگی رہیں اور قدم اُس سمت بڑھ رہے ہوں، تو اللہ تعالیٰ ضرور کامیابی عطا فرماتا ہے اور ہماری منزل دُور نہیں ہے، ان شاء اللہ۔“

اپنی اس جدوجہد کے دوران وہ کئی مرتبہ بھارتی سیکورٹی فورسز کے گھیرے میں آئے، لیکن کامیابی سے گھیرا توڑ کر اگلی منزل کی طرف گامزن ہوئے۔ یہ ۲۰۱۸ء کی بات ہے کہ ان کے والد گرامی کو بھارتی انتظامیہ نے گرفتار کر لیا۔ تب اسی سال ستمبر میں ریاض نائیکو نے اتنے جبر اور بہت سارے ناکوں کے باوجود ایک پولیس افسر اور گیارہ اہل کاروں اور رشتے داروں کو اپنے کنٹرول میں لے لیا۔ جس پر قابض بھارتیوں نے ان کے والد صاحب کو رہا کر دیا۔ ساتھ ہی ریاض شہید نے ان لوگوں کو رہا کر دیا اور رہائی کے بعد ان لوگوں نے بتایا کہ ’ہمارے ساتھ مجاہدین نے کوئی بُرا سلوک نہیں کیا‘۔ اس دوران ریاض شہید نے کئی ویڈیو اور آڈیو پیغام سوشل میڈیا پر نشر کیے، جن میں جموں و کشمیر پولیس اہل کاروں کو آزادی کی جدوجہد کی راہ میں رکاوٹ نہ ڈالنے کی بار بار اپیل کی۔ یہ جدوجہد چونکہ ایک مسلسل عمل کا نام ہے، اس لیے اس دوران جہاں دشمن کے مسلح ادارے اور خفیہ ایجنسیاں ریاض شہید کا تعاقب کرتی رہیں وہاں بھارتیوں کا ایک دام ہم رنگ بھی برابر متحرک رہا۔ یاد رہے ۱۹۹۲ء میں بھارت نے مجاہدین کشمیر کو بدنام کرنے کے لیے ’الاخوان‘ کے نام سے

اپنے آلہ کاروں اور قاتلوں کا گروہ تیار کیا تھا، جنہوں نے ایک جانب مجاہدین کے بہت سے قیمتی افراد کو شہید کیا، تو دوسری جانب مجاہدین کی جدوجہد کو بدنام کرنے کے لیے کبھی صحافیوں کو اغوا کیا اور کبھی یورپی سیاحوں کو اٹھا لیا اور پھر انہیں قتل کر کے مجاہدین کو بدنام کیا۔ اس امر کی سید علی گیلانی اور مجاہد قیادت نے بار بار مذمت کی اور بتایا کہ انخوان المسلمون کے نہایت محترم نام کو بدنام کرنے اور حریت پسندوں میں پھوٹ ڈالنے اور بے اعتمادی پیدا کرنے کے لیے یہ گھناؤنی کارروائیاں کی جا رہی ہیں اور یہ ایک بھارتی سازش ہے، جس سے حریت پسندوں کا کوئی تعلق واسطہ نہیں ہے۔ افسوس کہ گذشتہ تین برسوں سے بالکل یہی کام 'داعش' کے نام، پرچم اور نشان کو استعمال کر کے کیا جا رہا ہے، حالانکہ جموں و کشمیر میں برسر زمین کہیں داعش موجود نہیں ہے۔ لیکن بھارتی ایجنسیاں اپنی وضع کردہ تصاویر میں، خاص طور پر داعشی نشان دکھا کر، مجاہدین آزادی کو بدنام کرنے کی کوشش کرتی آرہی ہیں، جن سے خبردار رہنے کی ضرورت ہے۔

ریاض نائیکو گذشتہ آٹھ برسوں میں دوسری بار اپنی والدہ سے ملنے خفیہ طور پر اپنے گھر آئے، تو داعش کے روپ میں مجبوروں نے بھارتی ایجنسیوں کو خبر دے دی۔ اس موقع پر یہ چار مجاہد: ریاض احمد، جنید صحرائی، ڈاکٹر سیف اللہ اور محمد عادل بھٹ موضع بیگ پورہ (پلوامہ) میں موجود تھے۔ ریاض نے فیصلہ کیا کہ بھارتی فوجیوں کا مقابلہ اس طرح کیا جائے گا کہ دو مجاہد جنید صحرائی اور سیف اللہ اس گھیرے کو توڑ کر نکل جائیں، جب کہ محمد عادل بھٹ ان کے ہمراہ مقابلہ کر کے غاصب فوجیوں کو مصروف رکھیں۔ جنید اور سیف اپنے کمانڈر کو چھوڑ کر جانا نہیں چاہتے تھے، لیکن ریاض نے سختی سے حکم دے کر انہیں نکل جانے کو کہا۔

ریاض نے گھر کے نچلے کمرے اور عادل نے مکان کے اوپر والے کمرے سے مقابلہ شروع کیا۔ اسی دوران قبضے کے سیکڑوں نوجوان اپنے گھروں سے نکل آئے اور جارج فوجیوں کے خلاف احتجاج اور پتھراؤ کرنے لگے۔ جواب میں پیلٹ گن فائرنگ، آنسو گیس اور فائرنگ کے نتیجے میں احتجاجی دباؤ کم ہوا۔ اسی دوران میں چاروں طرف سے گھیر کر بے تحاشا فائرنگ کر کے ریاض اور عادل شہید کر دیے گئے۔ بھارتی فوجیوں نے ان دونوں کی میتیں قبضے میں لے لیں۔ انہیں لواحقین کے سپرد نہیں کیا اور ضلع گاندربل میں سونہ مرگ کے مقام پر دفن کر دیا۔

پھر ۱۹ مئی کو جنید صحرائی اور طارق احمد کو بھارتی فوجیوں نے سری نگر میں گھیرے میں لیتے ہوئے اس طرح شہید کر دیا کہ اس کا روائی کے دوران ۱۵ گھروں کو نذر آتش کرتے ہوئے تباہی مچادی۔ یاد رہے جنید صحرائی ایک اعلیٰ تعلیم یافتہ (ایم بی اے) ۲۹ سالہ نوجوان تھے، جنہوں نے ۲۰۱۸ء میں عسکریت کا راستہ منتخب کیا۔ وہ تحریک حریت کے نہایت محترم رہنما اشرف صحرائی کے بیٹے ہیں۔ یاد رہے کہ صحرائی صاحب، محترم سید علی گیلانی کے دست راست اور کئی عشروں سے رفیق کار ہیں۔

□ کشمیر: پیلٹ گن پر عدالتی پابندی سے انکار

غازی سہیل خان^۰

۱۱ مارچ ۲۰۲۰ء میں جموں و کشمیر ہائی کورٹ کے ایک عدالتی فیصلے نے کشمیریوں اور انسانی حقوق کے کارکنوں میں شدید بے چینی پیدا کر دی ہے۔ ہائی کورٹ نے پیلٹ گن (Pellet Gun) پر پابندی لگانے کے لیے دائر کی گئی ایک اپیل کو مسترد کر دیا۔ پیلٹ گن پر پابندی لگانے کی اپیل پر سماعت کرتے ہوئے یہ واضح کیا کہ ”بے قابو بھیڑ کو طاقت سے قابو کرنا ناگزیر ہوتا ہے“۔ جموں و کشمیر ہائی کورٹ میں وادی کشمیر میں مظاہرین کو قابو کرنے کے لیے فورسز اہل کاروں کی طرف سے پیلٹ گن استعمال کرنے کے خلاف یہ درخواست جموں و کشمیر ہائی کورٹ بار ایسوسی ایشن کے ذریعے ۲۰۱۶ء میں اس وقت دائر کی گئی تھی، جب وادی میں معروف عسکری کمانڈر برہان مظفر وانی کی ہلاکت کے بعد وادی میں احتجاجی مظاہروں کا سلسلہ شروع ہوا تھا، جس میں بھارتی فورسز اہل کاروں نے احتجاج کو قابو کرنے کے لیے پیلٹ گن کا استعمال کیا تھا، جس کے سبب بہت سے زخمیوں کو اپنی بیٹائی مکمل یا جزوی طور پر کھونا پڑی۔ عدالت کا کہنا تھا کہ ”کس جگہ، کس طرح سے طاقت کا استعمال کرنا ہے، یہ اس جگہ کے انچارج پر منحصر ہے، جو اس جگہ تعینات ہے جہاں ہنگامہ ہو رہا ہوتا ہے“۔

○ جموں و کشمیر

’پیلٹ گن‘ کشمیر میں احتجاجی مظاہرین کے خلاف استعمال میں اُس وقت لائی جانے لگی جب ۱۱ جون ۲۰۱۰ء کو طفیل متو، راجوری کدل، سرینگر میں آنسو گیس شل لگنے سے جاں بحق ہوا۔ تب وہ کوچنگ کلاس میں جا رہا تھا۔ اس سے قبل ۱۳ سالہ ایک اور طالب علم واقعہ فاروق جنوری ۲۰۱۰ء میں نزدیک سے ایک آنسو گیس شل کا شکار ہو کر جاں بحق ہو گیا تھا۔

ان اموات کے بعد نہ تھمنے والے احتجاج کو روکنے کے لیے بھارتی فورسز نے پیلٹ گن کا استعمال کرنا شروع کیا تھا۔ پھر زخمیوں اور بینائی سے محروم نوجوانوں کی تعداد ہزاروں تک پہنچ گئی۔ پیلٹ بندوق ایک بار چلانے سے اس میں سے ۵۰۰ پیلٹ ایک بار آگے کی سمت میں نکل کر بکھر جاتے ہیں۔ جو کوئی بھی ان چھڑوں کی زد میں آتا ہے وہ زخمی ہو جاتا ہے۔ پیلٹ کے چھڑے لگنے کے بعد انسان زخمی ہونے کے ساتھ ساتھ شدید قسم کا درد محسوس کرتا ہے۔ پیلٹ چھڑے دُور سے انسان کو زیادہ نقصان نہیں پہنچا سکتے، لیکن جب یہ ۵۰۰ میٹر کی دُوری سے چلائے جائیں تو شدید نقصان پہنچاتے ہیں، خاص طور سے جب یہ انسان کے نازک حصوں پہ جا کے لگتے ہیں، جن میں آنکھیں سب سے زیادہ متاثر ہوتی ہیں۔

۲۰۱۰ء سے آج تک کشمیر میں ہزاروں نوجوان پیلٹ بندوق کی چھڑے ہاؤسنگ سے جزوی اور ایک سو سے زائد نوجوان کلی طور پر اپنی آنکھوں کی بینائی سے محروم ہو گئے ہیں اور ابھی تک پیلٹ گن کی وجہ سے ۱۴ افراد کی موت بھی واقع ہو چکی ہے۔ ایمنسٹی انٹرنیشنل کے مطابق: ”حکومت ہند، اس ہتھیار کو پیلٹ گن کہتی ہے، لیکن اصل میں یہ پمپ ایکشن شاٹ گن (Pump Action Shotgun) ہے“۔ ایمنسٹی کا مزید کہنا ہے کہ: ”یہ اکثر جنگلی شکار کے لیے استعمال کی جاتی ہے۔ یہ ہتھیار احتجاج کو قابو کرنے کے لیے نہیں بنایا گیا ہے“۔ انسانی حقوق کے عالمی اداروں نے بارہا حکومت ہند سے کہا ہے کہ اس مہلک ہتھیار پر پابندی عائد کریں۔

وادئ کشمیر میں پیلٹ گن کی وجہ سے خواتین، بزرگ اور پیر و جواں سب متاثر ہوئے ہیں، تاہم متاثرین میں اکثریت نوجوانوں کی ہے۔ ۲۰۱۸ء میں جنوبی کشمیر کے ضلع شوپیاں سے تعلق رکھنے والی کم عمر بچی حبہ نثار پیلٹ لگنے کی وجہ سے اپنی ایک آنکھ کی بینائی کھو بیٹھی۔ اسی طرح سے ایک اور بچی انشاء مشتاق بھی ۲۰۱۶ء میں پیلٹ لگنے کی وجہ سے اپنی دونوں آنکھوں کی روشنی سے محروم

ہو کر محتاج ہو گئی ہے۔ یوں درجنوں نوجوان بینائی سے محرومی کے سبب زندگی محتاجی کے عالم میں گزارنے پر مجبور ہو گئے ہیں۔

شمالی کشمیر سے ایک پیبلٹ متاثرہ نوجوان نے ہائی کورٹ کے اس فیصلے پر انتہائی افسوس اور مایوسی کا اظہار کیا۔ ان کا کہنا تھا کہ ”یہ ایک اُمید تھی وہ بھی چلی گئی اور ہم چاہتے تھے کہ اب کوئی نوجوان کشمیر میں اندھا نہ ہو، کوئی نوجوان زندگی بھر کے لیے محتاج نہ ہو، مگر عدالتی فیصلے نے ہم کو مزید مایوسی کا شکار بنا دیا ہے“۔ متاثرہ نوجوان کی دونوں آنکھیں پیبلٹ لگنے کی وجہ سے بینائی سے محروم ہو گئی ہیں۔ اس نے کہا کہ ”جب کوئی نوجوان پیبلٹ کی وجہ سے اپنی آنکھوں کی بینائی کھودیتا ہے تو وہ لازماً ذہنی بیماری میں مبتلا ہو جاتا ہے، وہ محتاج ہو جاتا ہے اور چلنے پھرنے کے قابل نہیں رہتا، جس کی وجہ سے کبھی کبھی ایسے نوجوان خودکشی کی بھی کوشش کرتے ہیں“۔

متاثرہ نوجوان نے بتایا کہ میرے ایک جاننے والے پیبلٹ متاثرہ نے گذشتہ سال خودکشی کرنے کی کوشش اس لیے کی کہ ان کے گھر میں دو پہر کا کھانا نہیں تھا اور یہ نوجوان اس گھر کا واحد کمانے والا فرد تھا، جس کی خود اپنی زندگی اب دوسروں کی محتاج ہو گئی ہے اور دیگر افراد خانہ بھی دو وقت کی روٹی کے لیے درد کی ٹھوکریں کھانے پر مجبور ہیں۔

اس کے ساتھ ہی ساتھ کشمیر میں ایک تحقیق کے مطابق: ”پیبلٹ متاثرین میں سے ۸۵ فی صد نفسیاتی بیماریوں کا شکار ہو جاتے ہیں۔ جس میں ۹۷،۷۹ فی صد معاشرے میں احساس تنہائی کا شکار، ۱۵،۷۹ فی صد پوسٹ ٹراویک سٹرس ڈس آرڈر، ۲۱،۷۹ فی صد شدید پریشانی کی بیماریوں میں مبتلا ہو گئے ہیں“۔ ڈاکٹروں نے ۳۸۰ پیبلٹ متاثرین کی تشخیص کے دوران نوٹ کیا: ”۲۰۱۲ء کے بعد پیبلٹ متاثرین مختلف قسم کی نفسیاتی بیماریوں کا شکار ہو گئے ہیں۔

پیبلٹ گن متاثرین میں سے ۹۳ فی صد افراد ذہنی پریشانیوں میں مبتلا ہیں۔ بہت سارے متاثرین نفسیاتی امراض کے ماہرین کے پاس جانے سے گریز کرتے ہیں“۔ تحقیق میں بتایا گیا ہے کہ بے شمار متاثرین اپنے آپ کو ذہنی امراض کا شکار نہیں سمجھتے۔ تاہم، بہت سارے مریضوں کی کونسلنگ اور دیگر ادویات کے ذریعے ان کا علاج کیا جاتا ہے۔

مجموعی طور پر کشمیر میں ہائی کورٹ کے اس فیصلے پر عوام میں ناراضی کا اظہار کیا جا رہا ہے۔

لوگوں کا ماننا ہے کہ عدالت ہی ایک ذریعہ ہے، جس کے ذریعے اس مہلک ہتھیار سے نوجوانوں کو بچایا جاسکتا تھا، لیکن اب اس عدالتی فیصلے نے وادی میں مایوسی پھیلا دی ہے اور انتظامیہ کو سن مانی کے لیے مزید کھلی اجازت مل گئی ہے۔

□ کشمیر کا لاک ڈاؤن اور کورونا لاک ڈاؤن؟

سہیل بشیر کار °

چند دن قبل ایک معروف ٹی وی اینکر رویش کمار پروگرام میں کہہ رہے تھے کہ ”Covid 19 لاک ڈاؤن اور کشمیر کے لاک ڈاؤن کا موازنہ نہیں ہو سکتا۔ اصل میں کچھ لوگ غیر حقیقت پسندانہ طور پر ان دونوں لاک ڈاؤنز کو برابر کی چیز قرار دے رہے ہیں“۔ رویش نے کہا کہ ”کشمیر کا لاک ڈاؤن کچھ اور ہی تھا، بے مثل تھا، یعنی کہ جبر اور ظلم کی بے مثال صورت“۔ یہ سن کر جی چاہا کہ کیوں نہ کشمیر کے لاک ڈاؤن کا نقشہ کھینچوں اور کیوں نہ یہ پہلو بھی بیان ہو کہ کشمیریوں نے مصیبتوں کا مقابلہ کرنا سیکھا ہے اور وہ بڑے بھیانک ادوار کو برداشت کر کے نہ صرف زندہ رہے بلکہ پہلے سے بھی زیادہ مضبوط ہوئے۔

یوں تو کشمیر میں ۹۰ کے عشرے سے ہی ظلم و جبر کا سلسلہ چل رہا ہے، لیکن کشمیر نے کچھ ایسے ادوار اور واقعات بھی دیکھے جن سے یوں لگا کہ شاید اس دور سے باہر آنا ناممکن ہے۔ چاہے وہ Catch and Kill آپریشن ہو، یا حکومت کی پشت پناہی میں انخوانی دہشت گردوں کا ظلم و قہر۔ چاہے ایک منصوبے کے تحت خواتین کی عصمت دری ہو یا ۱۰ ہزار سے زائد نوجوانوں کو اس طرح غائب کرنا کہ ان مظلوموں کا نام و نشان بھی نہ ملے۔

کئی برسوں تک بغیر کسی مقدمے کے لوگوں کو نظر بند رکھنا، یا تفتیشی سنٹروں میں لوگوں کو ناقابل بیان اور شرم ناک اذیتیں دینا، یہ سب کشمیریوں نے دیکھا، بھگتا اور مسلسل برداشت کرتے آ رہے ہیں، لیکن اس سب کے باوجود لوگ پُر عزم اور زندہ رہے ہیں۔ جس علاقے میں ہزاروں

○ جموں و کشمیر

جواں بیٹوں کی میتوں کو ان کے باپ کندھا دیں، اس علاقے کے لوگ کیسے جی رہے ہوں گے؟ یہ سوچ ہی اذیت ناک حد تک انسان کو مضطرب کر دیتی ہے، لیکن کشمیریوں نے یہ اندوہناک مناظر بھی انگیز کیے۔ گذشتہ برسوں میں بھارتی حکومت نے کچھ ایسے اقدامات کیے، جن سے نہ صرف ظلم کی ساری حدود پار ہو گئیں بلکہ کشمیریوں کو نہ ختم ہونے والے اندھیرے میں دھکیل دیا گیا۔ اگرچہ ۲۰۱۶ء سے ہی حکومت نے سخت اقدامات شروع کیے، جن میں حریت قائدین کو فرضی مقدمات میں پھنسانا وغیرہ وغیرہ، لیکن جولائی ۲۰۱۹ء کے آخری ہفتے سے ہی وادی کشمیر میں بھارتی حکومت نے کچھ ایسی سرگرمیاں شروع کیں کہ ہر کشمیری کہنے لگا: ”کچھ انہونی ہونے والی ہے“۔ اگست کی پہلی تاریخ سے ان اقدامات میں اور شدت آئی تو ایسا محسوس ہونے لگا کہ بہت کچھ خراب ہونے والا ہے، خوف و دہشت کا ماحول چاروں طرف چھا گیا، ۱۰ لاکھ فوجیوں کے باوجود یہاں اضافی طور پر پیرالمٹری فورسز منگوائی گئی۔

۵ / اگست ۲۰۱۹ء کو سویرے ہر طرف کر فیو کا اعلان ہونے لگا۔ لینڈ لائن، ٹیلی فون، انٹرنیٹ سب بند تھا، حتیٰ کہ کیبل نیٹ ورک بھی بند۔ جماعت اسلامی پر تو بہت پہلے ہی پابندی لگادی گئی تھی۔ جے کے ایل ایف پر بھی پابندی عائد کی گئی تھی اور اس کے اکثر کارکن گرفتار تھے۔ حریت کی چھوٹی اور بڑی قیادت کو نظر بند کیا گیا تھا۔ ۵ اگست کو مختلف ذرائع سے معلوم ہونے لگا کہ کشمیر میں ۱۸ ہزار افراد کو گرفتار کر لیا گیا ہے، حتیٰ کہ دہلی نواز لوگوں کو بھی۔ تین سابق وزراء اعلیٰ فاروق عبداللہ، عمر عبداللہ، اور محبوبہ مفتی نظر بند کیے گئے۔ وہی محبوبہ مفتی جو کچھ ہی مہینوں پہلے بی جے پی کی حکومت میں ساتھی اور حلیف تھیں۔ شاہ فیصل جو کبھی ’نوجوان قیادت‘ کی حیثیت سے گل ہند میں اُبھارے جا رہے تھے، وہ بھی نظر بند کر دیے گئے۔ انہوں نے کچھ مہینے قبل بھارتی سول سروس سے استعفا دیا تھا اور کشمیر کے مسئلے کے لیے اپنے انداز سے میدان میں اتر چکے تھے۔ ایسا ماحول پیدا کیا گیا کہ جس کسی فرد کی ۵۰ یا اس سے زیادہ افراد پر گرفت تھی وہ گرفتار کر لیا گیا۔ ایسا لاک ڈاؤن کہ کسی کو کسی کی خبر نہ تھی۔ لوگوں کو انتہائی مشکلات کا سامنا تھا۔ دکانیں، کاروباری ادارے آٹھ ماہ تک بند رہے۔ میرے ماموں حج پر تھے، ہمیں یا انہیں ہماری کوئی اطلاع نہ تھی۔ میرے انتہائی قریبی دوست اپنی اہلیہ جو کہ حاملہ تھی اور کافی بیمار بھی، کے ساتھ سری نگر

میں تھے، ان کی کوئی اطلاع نہ تھی۔ ان کے نوزائیدہ بچے کا انتقال ہو گیا اور اس کی اطلاع دینے کے لیے انھیں خود میرے گھر آنا پڑا۔ ان واقعات سے اندازہ ہوگا کہ لوگوں کو کس قدر دشواری کا سامنا کرنا پڑا ہوگا۔ ۱۷ دن تک فون بند تھے۔ آج کے دور میں کوئی تصور کر سکتا ہے ایسی زندگی کا؟ اب بھی انٹرنیٹ محض 2G سپیڈ پر چل رہا ہے۔

اخبارات کے مالکان کو یہ حکم دیا گیا کہ ”خبر وہی چھپے جو حکومت کے خلاف نہ ہو“۔ کئی دنوں تک تو اخبارات کی اشاعت بھی روک دی گئی۔ پھر اخبارات میں ادارہ لکھنا اور شائع کرنا بھی بند کیا گیا۔ انھیں سخت ہدایت دی گئی کہ کوئی ایسا مضمون نہ چھپے، جس میں موجودہ حالات کا تذکرہ ہو۔ بی بی سی نے جب مقامی احتجاج کی رپورٹ کی، تو کشمیر کے گورنر نے کھلے عام انھیں دھمکی دی۔ ایسے حالات میں کشمیریوں نے نہایت ہی دانش مندانہ رویہ دکھایا۔ وہ کسی بڑے احتجاج کے لیے باہر نہیں نکلے۔ وہ جانتے تھے کہ ہندستان اپنی طاقت کا بے دریغ استعمال کرے گا۔ ہزاروں جانیں لے گا اور دنیا کو ذرائع ابلاغ پر اس شدید پابندی کے باعث کوئی خبر بھی نہ ہوگی۔

اگرچہ ہر کوئی دکھی اور مجروح ہے، لیکن کشمیری جانتے ہیں کہ ہمیں جینا ہوگا، ہماری جدوجہد طویل ہوگی۔ ان مشکل حالات میں کشمیر کے لوگوں نے اگرچہ دکائیں بند رکھیں، لیکن سڑکوں پر نہیں آئے۔ انھوں نے معاشرے کے کمزور افراد کا خاص خیال رکھا۔ معمولات اگرچہ متاثر رہے لیکن زندگی کو برقرار رکھنے کی کوشش کی گئی۔ اسکول بند رہے، لیکن یہ قوم جانتی ہے کہ ترقی اور عروج کے لیے تعلیم کس قدر اہم ہے، لہذا اپنے علاقوں میں تعلیم یافتہ افراد نے مفت ٹیوشن سنٹر کھولے، جہاں بچوں اور بچیوں کو مفت تعلیم دی جانے لگی۔ انھیں معلوم ہے کہ انھیں طویل جدوجہد کرنی ہے، اور تازہ دم ہونے کے لیے کبھی پلٹنا بھی پڑتا ہے، غرض کشمیریوں نے جینا سیکھا۔

آج پوری دنیا میں لاک ڈاؤن ہے، لیکن گرفتاریاں نہیں ہیں، ظلم و جبر نہیں ہے، انٹرنیٹ چل رہا ہے، لوگ فون کے ذریعے اپنوں کے ساتھ رابطے میں ہیں، حکومتی امداد ہے۔ ایسا لاک ڈاؤن کشمیریوں کے لیے سخت ہولناک لاک ڈاؤن کے مقابلے میں کچھ بھی نسبت نہیں رکھتا۔ کشمیری تو سخت جاں آزمائش میں بھی جینا سیکھ چکا ہے۔ کہاں وہ لاک ڈاؤن اور کہاں یہ والا کورونا لاک ڈاؤن!

□ کشمیر کی شناخت پر بھارتی حملہ؟

عارف بہار

بھارتی حکومت نے کشمیر کی قومی، نسلی اور جغرافیائی شناخت کی تبدیلی اور خصوصی قوانین کے خاتمے کے آٹھ ماہ بعد اپنے اصل منصوبے پر عمل درآمد کا آغاز کر دیا ہے۔ جموں و کشمیر ری آگنائزیشن آرڈر ۲۰۲۰ء کے نام سے جاری کردہ ایک حکم نامے کے ذریعے ریاستی ڈومیسائل کی نئی تشریح کی گئی، جس کے تحت کشمیر میں پندرہ سال تک مقیم رہنے والے، اور یہاں سات سال تک تعلیم حاصل کرنے، اور دسویں اور بارہویں جماعت کا امتحان دینے والے ملازمت کے حق دار ہوں گے۔

ماضی میں ۳۵-اے کے تحت ان تمام قوانین کی تدوین اور تیاری کا اختیار کشمیر اسمبلی کو حاصل تھا۔ ان دفعات کے خاتمے کے بعد اب بھارتی حکومت نے یہ سارے کام اپنے ذمے لے لیے ہیں۔ ڈومیسائل قانون کی نئی تشریح کے مطابق اب بھارتی حکومت کے کشمیر میں سات سال تک تعینات رہنے والے اعلیٰ افسروں، آل انڈیا سروس آفیسرز، بھارتی حکومت کے کشمیر میں نیم خود مختار اداروں، کارپوریشنوں، پبلک سیکٹر بنکوں، بھارتی یونیورسٹیوں کے اہل کاروں کے بچے اور وہ خود یہاں کشمیر کے لیے مختص اسامیوں پر ملازمت کرنے کے اہل ہوں گے۔ فوری طور پر نافذ العمل اس قانون کے تحت بھارتی باشندے کشمیر میں مستہر کردہ اور غیر مستہر شدہ اسامیوں پر درخواست دینے کے اہل ہوں گے۔ اس قانون کے نفاذ کے لیے ایک ایسے وقت کا انتخاب کیا گیا، جب دنیا کی توجہ کو روٹا بحران کی طرف ہے۔

پاکستان کے وزیراعظم نے اپنے ٹویٹر پیغامات میں بھارتی وزیراعظم نریندر مودی کے اس فیصلے کی شدید مذمت کی ہے کہ ”نریندر مودی کو روٹا کی جانب دنیا کی توجہ مبذول ہونے کا فائدہ اٹھا کر کشمیر میں اپنے فاشسٹ ہندوتوا ایجنڈے پر عمل درآمد کر رہا ہے، اور دنیا کو اس کا نوٹس لینا چاہیے۔“

○ مظفر آباد، آزاد جموں و کشمیر

وزیر اعظم پاکستان نے اس قانون کو ”کشمیر میں آبادی کا تناسب تبدیل کرنے کی کوشش اور عالمی قوانین کی صریح خلاف ورزی“ قرار دیا۔ انھوں نے اسے ”چوتھے جینیوا کنونشن کی کھلی خلاف ورزی قرار دیا“، اور ”بھارت کے نئے قانون کو کھلی طور پر مسترد کر دیا ہے“۔ آزاد کشمیر کے صدر مسعود خان، اور وزیر اعظم فاروق حیدر نے بھی بھارت کے نئے قانون کی مذمت کی ہے۔

اس قانون کی زد چونکہ بلا تمييز مذہب اور علاقہ ریاست جموں و کشمیر کے تمام باشندوں پر پڑ رہی تھی، اس لیے کشمیری مسلمانوں سے زیادہ جموں کی ہندو آبادی اور نوجوان نسل نے بھی اس فیصلے کے خلاف بے چینی ظاہر کرنا شروع کر دی ہے۔ جموں کے ہندو نوجوانوں کو اس وقت وادی کے پریشان حال مسلمان طلبہ سے مسابقت درپیش ہے، اور وادی کی تین عشروں سے مخدوش صورت حال نے جموں کے ہندو طلبہ کے لیے مقابلے میں آسانی پیدا کر دی ہے۔ مگر جب پورے بھارت سے ایک نئی کلاس یہاں مقابلے اور مسابقت میں اتر رہی ہے تو جموں کی ہندو آبادی اور نوجوان نسل کے لیے ایک نیا درد سراسر منے کھڑا نظر آیا۔

اس خطرے کو جموں میں پوری طرح محسوس کرتے ہوئے جموں کے علاقے کے ہندو طلبہ و طالبات نے مودی حکومت کو برسر عام ویڈیو پیغامات میں دھمکانا شروع کیا کہ ’کورونا وائرس‘ کا معاملہ ختم ہونے دو، پھر دیکھنا پورا جموں سڑکوں پر ہوگا۔ خود کشمیر کی تمام سیاسی جماعتوں نے بھی اس فیصلے کی ایک زبان ہو کر مخالفت کی۔ اس طرح مخالفانہ ماحول کو ابھرتا دیکھ کر بھارتی حکومت نے فوراً ہی اس قانون میں مزید ترمیم کرتے ہوئے یہ فیصلہ کیا کہ ”گریڈ ایک سے ۱۷ تک تمام اسمیاں جموں و کشمیر کے پشتینی باشندوں کے لیے ہی مختص رہیں گی“۔ اس سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ بھارتی حکومت کشمیر میں ہندوؤں اور مسلمانوں کے احتجاج اور مفاد کو دو مختلف زاویوں سے دیکھتی اور عمل کرتی ہے۔ یہ بات واضح ہے کہ اس قانون کی زد صرف وادی کے نوجوانوں کے مفاد پر پڑتی تو نریندر مودی حکومت احتجاج اور مطالبات کو پرکاہ کے برابر بھی اہمیت نہ دیتی۔

اس دوران بھارت میں آباد کشمیری پنڈت اور معروف اداکار انوپم کھیر نے کشمیری زبان میں کشمیری مسلمانوں کو ایک زہر آلود پیغام دیا ہے۔ یاد رہے انوپم کھیر مسلمان دشمن بھارتیہ جنتا پارٹی کے انتہائی قریب ہے۔ اس نے کشمیری زبان کے تین الفاظ ’رلو‘ (ہم سے مل جاؤ)، ’گلیو‘ (مر جاؤ)،

ٹیلیو (بھاگ جاؤ)“ پر مشتمل پیغام میں کشمیری مسلمانوں کو خبردار کیا ہے کہ ”تمہیں بھارت میں گھل مل جانا چاہیے، بصورتِ دیگر تمہارے سامنے مرنے یا بھاگ جانے ہی کے دو راستے ہیں“۔ انوپم کھیر کی یہ سوچ ایک فرد کے خیالات کی نہیں، بلکہ ایک پورے نسل پرست فسطائی نظام اور نفرت انگیز ذہنیت کی عکاس ہے، اور بھارتی حکومت کے تمام اقدامات کے پیچھے یہی سوچ کارفرما ہے۔ اس سوچ میں وہی ہٹلر، مسولینی اور رائگو ملادتیج جھلکتے اور جھانکتے نظر آ رہے ہیں، جن کی جانب حکومتِ پاکستان ۵ اگست کے بعد سے دنیا کی توجہ مبذول کراتی آئی ہے۔

بھارت کے نئے قانونِ کشمیر پر بھارت کا اصل اور طویل المیعاد ایجنڈا فلسطین اسٹائل پر عمل درآمد کا آغاز کرتے ہوئے کشمیر کی خصوصی اور مسلم شناخت کو آبادی کے تناسب کی تبدیلی کے ذریعے بدلنا تھا۔ بھارت ۱۷ برس تک اس راستے پر کبھی کچھوے، تو کبھی خرگوش کی چال چلتا رہا۔ ۵ اگست ۲۰۱۹ء کے بعد نریندر مودی نے اس سمت میں خرگوش کی چال سے پیش قدمی کرنا شروع کی ہے۔

بھارت جس طرح کشمیر میں اپنا ایجنڈا ایک طرف بطور پرنا فذ کرنا چاہتا ہے، یہ دنیا کے لیے لمحہ فکریہ ہے۔ اس سے صاف لگتا ہے کہ امریکا اور کچھ دوسری طاقتیں ایف اے ٹی ایف میں پاکستان کے ہاتھ پاؤں باندھ کر، حقیقت میں بھارت کو کشمیر میں ہندو تو ایجنڈے پر عمل درآمد کرواتے ہوئے اور آبادی کا تناسب تبدیل کرنے کی ٹھوس بنیادیں رکھنے کا موقع فراہم کر رہی ہیں۔ اب بھارت نے کورونا کا فائدہ اٹھا کر اس جانب عملی پیش قدمی شروع کر دی ہے۔ یہ کشمیری مسلمان آبادی کو اپنے علاقے میں اقلیت میں بدلنے کی جانب اٹھایا جانے والا ایک ٹھوس قدم ہے۔ اس کے بعد بھارت کے بڑے کاروباری گروپ کشمیریوں سے اونے پونے داموں زمینوں کی خریداری کر کے اس منصوبے کو آگے بڑھانا شروع کر دیں گے۔ یہ وہ خطرہ ہے جس کی مدتوں سے نشان دہی کی جاتی رہی۔ بھارت کی اس منظم کوشش کو حالات کی قید میں پھنسنے صرف کشمیری ناکام نہیں بنا سکتے۔ اس کام کے لیے پاکستان کی بھرپور مدد کی ضرورت ہے۔ حکومتِ پاکستان کو اس سلسلے میں بیان بازی سے آگے بڑھ کر کوئی پالیسی تشکیل دینا ہوگی۔